ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

حامد محمود
اسکالر پی ایچ ڈی اردو، نمل اسلام آباد۔
ڈاکٹر صائمہ نذیر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد ۔

ابن صفی کی کردار نگاری: علی عمران کا شعری مزاح

Hamid Mehmood*
PhD-Urdu Scholar, NUML, Islamabad.
Dr. Saima Nazir
Assistant Professor-Urdu NUML, Islamabad.
***Corresponding Author:** hamed47pk@gmail.com k

The Characterization of Ibn Safi: The Poetic Humor of Ali Imran

In Ibn-e-Safi's novels, the character Ali Imran's dialogues present excellent examples of "Tazmeen bil Ma'ni al-Mukhalif" the ironic, humorous, or symbolic use of serious poetry. Additionally, his dialogue often showcases the refined use of metaphor (majaz). Ibn-e-Safi skillfully employed both literal and semantic distortion (tahreef-e-lafzi o manavi) to create humor and satire. By shifting the original, serious meaning of poetic verses to new, often comedic or sarcastic contexts, he not only introduced wit but also revealed the character's intelligence and the layered nature of the situation. Thus, Ibn-e-Safi brought a unique dimension of poetic humor to Urdu detective fiction.

Key Words: *Ibn-e-Safi, Ali Imran, Urdu detective fiction, poetic humour, Tazmeen bil Mani al-Mukhalif, verbal distortion, humorous dialogues, Urdu literary devices, stylistic innovation.*

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

ادبی تحریروں میں اشعار کا استعمال ہمیشہ معنی اور جمالیات کی سطح پر اہمیت رکھتا ہے۔ کسی سنجیدہ اور بامقصد شعر کو طنزیہ، مزاحیہ، یا علامتی انداز میں، اپنے کرداروں کے مکالمے یا بیانیے میں برتنے سے ناصرف معانی میں تنوع پیدا ہوتا ہے بلکہ سیاق وسباق کی نئی جہتیں بھی وا ہوتی ہیں اور بیان کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔

ایک سنجیدہ شعر کو طنزیہ یا مزاحیہ معنی یا تناظر میں استعمال کرنا "تضمین بالمعنی المخالف" کہلاتا ہے۔ شعر یا کسی اور عبارت میں کسی دوسرے شاعر یا مصنف کے کلام کا حصہ شامل کرنا تضمین کہلاتا ہے۔ جب یہ تضمین اصل شعر یا عبارت کے مخالف معنی میں استعمال ہو، تو اسے "تضمین بالمعنی المخالف" کہتے ہیں۔ اس میں ادیب یا شاعر جان بوجھ کر کسی معروف شعر کے سنجیدہ یا روایتی معنی کو بدل کر ایک نیا، اکثر طنزیہ یا مزاحیہ مفہوم پیدا کرتا ہے۔ اس عمل میں اصل شعر کی ساخت اور الفاظ تو برقرار رہتے ہیں لیکن سیاق وسباق اور استعمال کی وجہ سے اس کا تاثر بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔

اگر ادیب کسی شعر کو اپنے کرداروں کے مکالمے یا بیانیے میں اصل معنٰی سے ہٹا کر محرف انداز میں استعمال کرے تو اس صورت میں یہ شعر کا مجازی معنٰی میں استعمال کہلائے گا۔ مجاز کے اطلاق کے لیے کوئی قرینہ ہونا ضروری ہے۔ "تضمین بالمعنی المخالف" بھی مجاز کے استعمال کا ایک خاص سلیقہ ہے۔ اس میں شعر یا کلام کے الفاظ تو اپنے ظاہری معنی میں ہی رہتے ہیں، لیکن ان کا مجموعی مفہوم سیاق وسباق کی تبدیلی سے مجاز کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ "تضمین بالمعنی المخالف" تلمیح سے مختلف ہے کیونکہ اس میں کسی واقعے یا کردار کی طرف اشارہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر "تضمین بالمعنی المخالف" میں کسی تاریخی یا ادبی حوالے کا استعمال ہو تو اس صورت میں وہ تلمیح بن جائے گا۔ اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی جھوٹا دعویٰ کرنے والے کے لیے غالب کا یہ شعر پڑھے:

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا؟
نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

مرزا اسد اللہ خاں غالب نے اس شعر میں بے بسی کا اظہار کیا ہے لیکن یہی شعر اصل معنٰی کو برقرار رکھتے ہوئے کسی شخص کی تضحیک کے لیے استعمال کیا جائے تو "تضمین بالمعنی المخالف" تو ہو گی لیکن یہاں تلمیح نہیں ہو گی کیوں کہ اس میں کسی خاص تاریخی یا ادبی واقعے کی طرف اشارہ نہیں ہے البتہ طنز یا تضحیک کے لیے جب کسی شعر کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

ماخذ تحقیقی مجلہ

حقیقی معنیٰ کی بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا جائے تو وہ کنایہ ہو سکتا ہے اور موقع و محل ہی شعر کو بطور مجازی معنیٰ استعمال کرنے کا قرینہ ہو گا۔

"تضمین بالمعنی المخالف" یا مجاز کی مختلف اقسام کے علاوہ کسی متن کو اس کے سیاق سے کاٹ کر اپنے مخصوص، متعین معنی کے لیے استعمال کرنا تحریفِ معنوی کا ایک انداز ہے جس سے بات یا تحریر میں ایک نیا لطف اور نئی معنویت پیدا ہو جاتی ہے۔

اردو جاسوسی ادب کے باوا آدم ابنِ صفی بھی اپنے ناولوں میں تحریر کی انفرادیت یہی ہے کہ وہ ناولوں کی بُنت، ترتیب اور تکنیک میں ادبی شان برقرار رکھتے ہیں تو وہیں ان کے اسلوب کی انفرادیت بھی یہی ہے کہ اس میں ادبی حربوں کا استعمال ملتا ہے۔ وہ اپنے ناولوں میں تحریفِ معنوی کا حربہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کا مقبول ترین کردار علی عمران تحریفِ لفظی و معنوی پر مشتمل جملے بولنے کا عادی ہے۔ ابن صفی نے تحریفِ لفظی و معنوی کا استعمال کر کے مزاح کا رنگ پیدا کیا ہے۔

ابن صفی کے ہاں کرداروں کی سوچ اور فکر میں ارتقا ہوا ہے تو وہیں ان کی زبان اور اسلوب کا ارتقا بھی اہم ہے۔ ابن صفی کی عمران سیریز کے ابتدائی ناولوں میں علی عمران کی گفتگو میں اشعار کے حوالے زیادہ ملتے ہیں جو کبھی تو موضوع بدلنے کے لیے استعمال ہوئے ہیں تو کبھی ان میں کوئی طنز کوئی حقیقت چھپی ہوتی تھی۔

ابن صفی خود شاعر تھے اور اسرار ناروی تخلص کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کا خاندانی رشتہ علم و ادب سے استوار تھا۔ ان کے ماموں نوح ناروی مشہور شاعر تھے۔ گھر کا ماحول علمی اور ادبی تھا۔ اس لیے ابن صفی کی تحریروں میں ادبیت کی شان موجود ہے۔ انھوں نے ناول نگاری کا آغاز انسپکٹر جمشید اور فریدی سیریز سے کیا لیکن بعد ازاں انھوں نے مشہور زمانہ کردار علی عمران بھی اپنی تخلیقی کاوشوں کے لیے تراشا۔ خوفناک عمارت وہ پہلا ناول تھا جو انھوں نے علی عمران کے کردار پر لکھا۔ اس ناول میں علی عمران کی شخصیت کا ایک واضح پہلو شعروں کا جابجا استعمال تھا۔ یہ استعمال پیشہ ورانہ ضروریات کی بجائے ادبی شان پیدا کرنے یا علی عمران کو بظاہر کیس سے ہٹ کر سوچنے والی شخصیت کے اظہار کے لیے تھا۔ اس کے باوجود اس میں پیشہ ورانہ اشارے بھی ملتے ہیں۔ اس ناول میں علی عمران کو ایک ایسی شخصیت کے طور پر دکھایا گیا ہے جو بظاہر احمق ہے، اس کی ملازم سے نوک جھونک بھی جاری ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

سپرینٹنڈنٹ فیاض ایک قتل کے کیس کے متعلق ہوتے ہیں اور علی عمران بھی ان کے مل جاتا ہے۔ اس قتل کے مقدمے میں مقتول کی پیٹھ پر تین زخم دکھائی دیتے ہیں اور چونکہ ان تین زخموں کا فاصلہ برابر ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ باقاعدہ نشان بنائے گئے ہیں۔ اس کے اظہار میں بھی علی عمران شاعرانہ گفتگو کرتا ہے۔ اس مشکوک طرز سے علی عمران اپنے مخصوص انداز میں اس کیس کو حل کرتا ہے اور یوں مقدمہ انجام کو پہنچتا ہے۔

ناول کے ابتدا میں ہی علی عمران اپنی مخصوص الابالی کیفیات کا اظہار کرتا ہے۔ فیاض جس کے پاس یہ مقدمہ ہے وہ اس حوالے سے پریشان ہے اور علی عمران سے پوچھتا ہے کہ جو کل لاش ہم نے دیکھی کیا تم اس معاملے کو بھول گئے۔ علی عمران ایسے جواب دیتا ہے کہ جیسے اسے ابھی یاد آیا اور ساتھ ہی اس کے مشکوک انداز کو بیان کرتا ہے کہ ہاں! وہ لاش جس کے تین زخم بالکل برابر تھے۔ علی عمران اس سے اس لاش کی بابت کہتا ہے کہ تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے تو وہ جواب دیتا ہے:

> " سنگ و آہن بے نیاز غم نہیں۔۔ دیکھ ہر دیوار و در سے سر نہ مار۔" علی عمران نے گنگنا کر تان ماری اور میز پر طبلہ بجانے لگا۔[۱]

اس گفتگو میں شعر کو ایک نئے مفہوم کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر اس شعر میں کہہ رہا ہے کہ غم ایک ایسا جذبہ ہے جس سے انسان و حیوان تو کیا جمادات بھی بچ نہیں سکتے اس لیے مایوسی و ناامیدی کی کیفیت میں یہاں وہاں سر مارنے کی بجائے غم کو برداشت کرنا چاہیے اور بے سود کوششیں نہیں کرنی چاہئیں لیکن علی عمران فیاض کو بتانا چاہتا ہے کہ اس مسئلے کا مکمل تجزیہ اس وقت نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ معلومات مربوط نہیں ہیں لہٰذا فیاض کو بے چینی کی بجائے صبر سے کام لینا چاہیے۔ چوں کہ صورتِ حال خود عمران پر بھی واضح نہیں ہے لہٰذا فیاض بھی موجودہ حالات پر قناعت کرے اور عمران کو بے سود تنگ نہ کرے۔ عمران اسے کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں ہے۔ مذکورہ صورت میں شعر کا استعمال اس کے حقیقی تناظر میں نہیں ہے گو کہ اس کے الفاظ مجازی معنوں میں استعمال نہیں ہوئے۔ اس تعبیر کے لحاظ سے یہ "تضمین بالمعنی المخالف" کی مثال بھی ہو سکتی ہے اور اگر قرینہ متعین کرتے ہوئے اسے طنز یا تضحیک کے طور پر برتا جائے تو یہ کنایہ بھی ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ فیاض کی سوجھ بوجھ چوں کہ اس مسئلے کی گہرائی میں اترنے سے قاصر ہے لہٰذا وہ یہاں وہاں سر نہ مارے اور انتظار کرے۔ دونوں کرداروں کے درمیان

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہونے والی گفتگو اور عمران کا طبلہ بجانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ فیاض کے سوالوں کا جواب نہیں دینا چاہتا جو اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں شعر کا لغوی معنیٰ مراد نہیں لیا جارہا بلکہ طنز کیا جارہا ہے۔ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے اس شعر میں کوئی طنز نہیں لہٰذا اس صورت میں یہ کنایہ ہو گا۔

اسی ناول "خوفناک عمارت" میں علی عمران اس کی اسی کیفیت کو بیان کرتا ہے کہ ایک دوسری لاش جس کے تین زخم ہیں اور تینوں زخموں کا آپس میں فاصلہ پانچ پانچ انچ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس بات کا واضح امکان ہے کہ اس کی گہرائی بھی ایک جیسی ہی ہو گی۔ اس بات فیاض کہتا ہے کہ ایسا کیسے ممکن ہے تم خوامخواہ مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔ پھر فیاض پوچھتا ہے کہ آخر یہ کیسے ہوا؟ علی عمران اس کا جواب دیتا ہے:

" اسی طرح جیسے شعر ہوتے ہیں۔۔ لیکن یہ شعر مجھے بھرتی کا معلوم ہوتا ہے جیسے میرؔ کا یہ شعر۔

میرؔ کے دین و مذہب کو کیا پوچھتے ہو اب اس نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا"

" بھلا بتاؤ دیر میں کیوں بیٹھا جلدی کیوں نہیں بیٹھ گیا۔"

"دیر نہیں دَیر ہے۔ یعنی بت خانہ!" فیاض نے پھر بڑبڑا کر بولا۔ (۲)

اقتباس میں دیے گئے شعر میں تحریف لفظی و معنوی کی مثال پائی جاتی ہے۔ ایک لفظ میں معمولی سی ترمیم کر کے شعر کے معنیٰ ہی میں تحریف کر دی گئی ہے جس سے ایک نیا اور پُر لطف خیال پیدا ہو گیا ہے۔ میر تقی میر نے یہ شعر اس معنوں میں استعمال کیا تھا کہ وہ دین و مذہب کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنی ایک الگ روش قائم کر لی ہے۔ اس شعر کی معنویت مسلم ہے لیکن علی عمران نے تحریفِ لفظی سے کام لے کر دیر بمعنی مندر کو دیر بمعنی تاخیر پڑھا جس سے شعر واقعی بے معنیٰ ہو گیا اور بھرتی کا معلوم ہونے لگا۔ یہاں کلام کی تضمین اس کے اصل معنی سے مختلف انداز میں کی گئی ہے جبکہ لفظی انحراف بھی موجود ہے۔ اس شعر کے استعمال سے ابن صفی نے ایک سراغ رساں کی حیثیت سے فیاض کو بتایا اور یہ واضح کیا کہ جس انداز سے لاشیں یہاں رکھی گئی ہیں وہ انداز بتا رہا ہے کہ یہ وقوعہ یہاں نہیں ہوا بلکہ یہ لاشیں بعد ازاں باقاعدہ منصوبے کے تحت یہاں رکھی گئی ہیں۔ گویا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18
ماخذ تحقیقی مجلّہ

سراغ رساں کی آنکھ سے علی عمران نے دیکھ لیا کہ کیس کا رخ موڑنے یا اسے کوئی اور رنگ دینے کے لیے قاتلین کی جانب سے یہ حربہ استعمال کیا گیا ہے۔

کچھ آگے دونوں یعنی علی عمران اور فیاض دروازہ کھول کر لاش والے کمرے میں آ جاتے ہیں۔ علی عمران روشنی کے لیے ٹارچ روشن کرتا ہے لیکن ساتھ ہی حیرت سے سر سہلاتے ہوئے یہ ظاہر کرتا ہے جیسے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کیوں کہ لاش غائب تھی۔ یہ دیکھ کر فیاض ایک دم پریشان ہو کر واپس مڑتا ہے اور اس پر سوال اٹھاتا ہے کہ یہ کیسے ہو گیا؟ اس کے جواب میں علی عمران اپنے مخصوص انداز میں کہتا ہے کہ ایسے ہی ہوا جیسے بعض عقلمند شعرا اپنی شاعری سے بھرتی کے شعر نکال دیتے ہیں۔ اس پریشان کن صورت حال میں فیاض ایسے جواب کی توقع نہیں کر رہا تھا اس لیے وہ علی عمران کے اس رویے سے بے زاری کا اظہار کرتا ہے۔ تب علی عمران اس کی مزید وضاحت یوں کرتا ہے:

"مگر مری جان دیکھ لو۔۔ نقش فریادی ہے کسی کی شوخی تحریر کا۔۔ لاش غائب کرنے والے نے ابھی خون کے تازہ دھبوں کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ مرزا افتخار رفیع سودا یا کوئی صاحب فرماتے ہیں۔ے

قاتل ہماری لاش کو تشہیر ضرور دے
آئندہ تا کہ کوئی نہ کسی سے وفا کرے"(۳)

اس اقتباس میں علی عمران نے مرزا غالب اور غالباً مرزا سودا کے کلام کو مجازی طور پر مجرموں پر طنز کے لیے استعمال کیا ہے۔ مرزا غالب کے مصرع میں لفظی اور معنوی طور پر تحریف کی گئی ہے۔ غالب کے مصرع میں حقیقی معنٰی کے اعتبار سے گہرا فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر شے اپنے وجود کی معنویت کے حوالے سے سوال کرتے ہوئے کسی ذات کی فن کاری کا اظہار کر رہی ہے۔ عمران نے اس مصرع کا موقع واردات پر پیش آنے والی صورت حال پر یعنی جس میں ایک شخص کو قتل کر کے اس کی لاش کمرے سے پر اسرار انداز میں غائب کر دی گئی، مجازی معنی کے لحاظ سے اطلاق کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نقش یعنی خون کے قطرے کسی کے عالم تحریر یعنی کمالِ فن (قتل) کے بارے میں فریاد کر رہے ہیں یعنی چیخ رہے ہیں۔ گویا مجرم موقع واردات پر اپنے جرم کا ثبوت خون کے قطروں کی صورت میں چھوڑ گئے ہیں۔ موقع و محل کے اعتبار سے اس مصرع کا مجازی معنٰی و مفہوم واضح ہے۔ مجازی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

معنٰی مراد لینے کے لیے جس قرینے کی ضرورت ہوتی ہے، وہ موقع واردات کی صورت میں یہاں پایا جارہا ہے۔ مجرموں نے اپنے طور پر لاش تو غائب کر دی لیکن وہ موقع پر خون کے قطروں کے نقش چھوڑ گئے جو کہ ان کی فن کاری (بطورِ طنز) یعنی اناڑی پن کی علامت ہیں۔

اسی سلسلۂ گفتگو میں مرزا سودا کی جانب منسوب ایک شعر کو بھی اس کے حقیقی سیاق و سباق سے ہٹا کر مخصوص صورت حال کے تناظر میں پیشہ ورانہ اظہار کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ شعر میں قاتل اور لاش کو بطور علامت استعمال کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ میں عشق و وفا کی راہ میں قتل ہو چکا ہوں لیکن اب قاتل یعنی محبوب کو چاہیے کہ وہ میری لاش کی تشہیر کرے تا کہ میری حالت سے عبرت حاصل کرتے ہوئے کوئی بھی اس راستے پر چلنے کی کوشش نہ کرے۔ اس شعر کا قتل کی ایک واردات کے موقع پر استعمال بتا رہا ہے کہ اس شعر کا یہاں آنا محض الفاظِ متن کے درمیان پائے جانے والے لفظی اتفاق کی وجہ سے ہے۔ اس لحاظ سے یہ "تضمین بالمعنی المخالف" کی ایک مثال ہے تاہم اس شعر کو اگر مجرموں پر طنز کے طور پر دیکھا جائے تو یہ کنایہ ہو گا کیوں کہ مجرموں یعنی حقیقی قاتل نے لاش کو غائب کرتے ہوئے خون کے قطروں کی صورت میں جرم کی تشہیر کر دی ہے جس کا نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ وہ قانون کی گرفت میں آجائیں گے اور ان کی جو حالت ہو گی اسے دیکھتے ہوئے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں گے۔

اسی ناول میں ہمیں "تضمین بالمعنی المخالف" اور مجاز کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک جگہ لیڈی جہانگیر اس سے پوچھتی ہے کہ کیا وہ یہاں آتے ہیں جس پر علی عمران واضح کرتا ہے کہ نہیں اس نے انھیں کیفے کا مینو میں دیکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مرزا غالب کا شعر:

نالہ سرمایہ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسمان بیضہ قمری نظر آتا ہے مجھے (۴)

پڑھتا ہے جسے سن کر لیڈی جہانگیر اس کا مطلب دریافت کرتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم اور ساتھ ہی میز پر طبلہ بجانے لگتا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

ماخذ تحقیقی مجلہ

مرزا غالب نے اس شعر میں درد کو کائنات کا سرمایہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ عالم ان کی نظر میں ایک مشتِ خاک کی حیثیت رکھتا ہے اور اس وجدانی کیفیت میں یہ آسمان اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود انھوں اس قدر چھوٹا دکھائی دیتا ہے کہ گویا وہ قمری کا چھوٹا سا انڈا ہو۔ موقع بتا رہا ہے کہ علی عمران نے یہ شعر ایسے موقع پر پڑھا جب ایک خاتون اسے ایک مجرم اور بلیک میل ہونے والی لڑکی کے درمیان تعلق اور ملاقاتوں کی خبر دے رہی ہے۔ ایک شریف خاندان کی لڑکی کا ایک بلیک میلر کے ساتھ تعلق ایک افسوس ناک صورت حال ہے جو کہ رنج و افسوس اور غم کا باعث ہو سکتی ہے لیکن غالب کا جو شعر عمران نے پڑھا ہے وہ اس قدر فلسفیانہ گہرائی رکھتا ہے کہ موقع و محل کے ساتھ اس کا معنوی تعلق بدیہی طور پر معلوم نہیں ہوتا۔ تاہم غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر اس شعر میں درد و غم کو سرمایہ عالم قرار دے رہا ہے اور عمران بھی ایک افسوس ناک اور رنجیدہ کرنے والے واقعے کا سامنا کر رہا ہے تو اس اعتبار سے یہاں مناسبت پائی جاتی ہے لیکن یہاں یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ عمران نے یہ شعر طنزیا تضحیک کے لیے استعمال کیا ہے اس لیے اسے کنایہ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں شعر کا ایک ہی مجازی مطلب لیا جا سکتا ہے اور وہ "تضمین بالمعنی المخالف" ہے۔

علی عمران کی گفتگو میں شعروں کے استعمال کے کئی حربے ملتے ہیں۔ اسی ناول میں بلیک میلر کے بارے میں فیاض اس کا حلیہ بیان کرتا ہے۔ یہ سن کر علی عمران حیرت کا اظہار کرتا ہے اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر کہتا ہے:

"بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز"

"کیا بکواس ہے!" فیاض جھنجھلا کر بولا۔ "اول تو تمہیں اشعار ٹھیک یاد نہیں پھر یہاں اس کا موقعہ کب تھا۔ عمران میرا بس چلے تو تمہیں گولی مار دوں۔"

"کیوں شعر میں کیا غلطی ہے۔"

"۔۔۔ مجھے دونوں مصرعے بے ربط معلوم ہوتے ہیں۔۔۔"(۵)

اس گفتگو میں عمران نے علامہ اقبال کے دو الگ الگ اشعار کا ایک ایک مصرع جوڑ کر ایک نیا شعر بنالیا ہے لیکن دونوں مصرعوں کے مضامین آپس میں نہیں ملتے۔ لہٰذا اس جوڑ سے کوئی نئی معنی اخذ کرنا بال کی کھال

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

اتارنے سے کم نہیں ہے۔ فیاض اور عمران کے درمیان بلیک میلر کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے جو کہ ایک وجیہ شخص ہے اور اس کی وجاہت سے ایک شریف اور معزز خاندان کی لڑکی دھوکہ کھا کر اس کے دام فریب میں آجاتی ہے۔ یہ ایک سنجیدہ اور فوری اقدام کا معاملہ ہے جیسا کہ جاسوسی ناول کے ماحول کا تقاضا ہوتا ہے لیکن عمران اس سنجیدہ مسئلے پر ایک مزاحیہ تبصرہ کرتا ہے جو کہ دو الگ الگ اشعار کے ایک ایک مصرع کا جوڑ ہے۔ چوں کہ ان دونوں مصرعوں میں معنوی لحاظ سے کوئی ربط نہیں کیوں کہ پہلے مصرع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا جارہاہے کہ عشق کو جنونِ محبت میں اپنی جان کی یا نتائج کی پروا نہیں رہتی اور وہ آگ میں بھی کود پڑتا ہے جبکہ دوسرے مصرع میں نماز کے لیے صف باندھ کر کھڑے ہو جانے کی کیفیت کا ذکر ہے کہ اس وقت ان کے درمیان آقا اور غلام کی کوئی تفریق باقی نہ رہتی۔ لہٰذا ان دونوں مصرعوں کا ایک ساتھ استعمال دراصل محض ایک قسم کا مزاح پیدا کرنا ہے اور یہ تضمین الکلام بمعنی المخالف کے قبیل سے ہے۔ البتہ اگر ان دونوں مصرعوں کو اس خاتون پر طنز کے طور پر لیاجائے تو اس صورت میں یہ کنایہ ہو گا۔ مطلب یہ ہو گا کہ وہ خاتون اس مرد کے عشق میں گرفتار ہو کر ذلت و رسوائی کی آگ میں کود پڑی اور اس نے اپنے خاندانی رتبے اور عزت کا کوئی لحاظ نہ رکھا اور اپنے سے بہت کم تر قسم کے مرد کے ساتھ تعلق جوڑ لیا۔

عمران سیریز کا دوسرا ناول "چٹانوں میں فائر" ہے۔ اس میں بھی علی عمران پر وہی بے پروائی والی کیفیت طاری رہتی ہے وہ اپنی گفتگو، عمل چال ڈھال سے پیشہ ور سراغ رساں یا جاسوس نہیں محسوس ہوتا۔ البتہ پہلے ناول کے مقابلے میں اب شعروں کا استعمال کسی حد تک کم ہو چکا ہے۔ شاید ابن صفی کو یہ احساس ہو گیا کہ حد سے زیادہ شعری حربوں کو برتنے سے کردار کی صفات میں یکسانیت پیدا ہو جائے گی جو اس کی خامی کہلائے گی۔ کیوں کہ دوسرے ناول اور مابعد کے ناولوں میں شعری حربے کم ہو گئے۔ اس ناول کے ابتدائی حصے میں صوفیہ سے علی عمران کا مکالمہ ہے جس میں وہ علی عمران سے سوال کرتی ہے کہ کیا وہ پرائیویٹ سراغ رساں ہے؟ اس پر علی عمران حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک میں ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اس پر صوفیہ اس کی حیثیت کے بارے میں سوال کرتی ہے کہ آپ کیا ہیں؟ علی عمران کہتا ہے:

مرزا غالب نے میرے لئے ایک شعر کہا تھا

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں !

میں حقیقتاً کرایے کا ایک نوحہ گر ہوں! صاحب مقدر لوگ دل یا جگر کو پٹوانے کے لیے مجھے کرایہ پر حاصل کرتے ہیں!۔۔اور پھر میں انھیں حیران ہونے کا بھی۔۔وہ نہیں دیتا کیا کہتے ہیں اسے۔ موقعہ "(۲)

مذکورہ اقتباس میں عمران نے غالب کے ایک شعر کو اپنے مخصوص ادبی ہیر پھیر والے انداز میں استعمال کیا ہے۔ غالب کے شعر کا اصل مفہوم یہ ہے کہ شاعر مسلسل حوادث کی وجہ سے شدید غم اور تکلیف میں مبتلا ہے اور اس درجے غم کی وجہ سے اسے یہ بھی اندازہ نہیں رہا کہ عشق میں ناکامی اور محبت کے کھو جانے کی وجہ سے غم کا مرکز دل ہے یا مسلسل حوادث کی وجہ سے اس کے قویٰ ضعیف ہو چکے ہیں، جسمانی قوت زوال پذیر ہے اور جگر کام نہیں کر پا رہا کہ جسم میں نیا خون بنے اور قوت پیدا ہو لہذا شاعر کا خیال ہے کہ اگر اس کے پاس کچھ مال و دولت ہوتی تو اپنا حال بیان کرنے کے لیے ایک نوحہ گر کو ساتھ رکھتا تا کہ وہ اس کی کیفیت کی درست ترجمانی کر پاتا۔ عمران نے اس شعر کو دراصل اس سوال کے جواب میں بیان کیا ہے جس میں اس کی اصل شناخت پوچھی گئی ہے۔ عمران نے اصل سوال کا جواب تو نہیں دیا لیکن شعر کو اس کے اصل مفہوم سے قدرے مختلف انداز میں استعمال کرتے ہوئے اپنے متعلق کچھ اشارہ ضرور کر دیا یعنی میں ایسا فرد ہوں کہ جس کی خدمات حاصل کر کے مقدرو رکھنے والے حضرات دوسرے لوگوں کو دل اور جگر پیٹنے پر مجبور کر دیتے ہیں کیوں کہ عمران کی جاسوسی یا خفیہ کارروائیاں انھیں غم اور اذیت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اس تعبیر کے لحاظ سے عمران نے غالب کے شعر کو قدرے مجازی معنی میں استعمال کیا ہے کہ یہاں نوحہ گر وہ خود ہے اور درد و اذیت ان لوگوں کو سہنا پڑتی ہے جو کہ اس کی جاسوسی کارروائیوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ گویا یہ بھی تضمین الکلام بمعنی المخالف سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ یا نوحہ گر کو اس کے حقیقی معنوں کی بجائے دوسروں کو رلانے والا تسلیم کر لیا جائے تو یہ ایک استعارہ بھی ہو سکتا ہے یعنی عمران ایک ایسا نوحہ گر ہے جو کہ دوسروں کو نوحہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

عمران سیریز کے تیسر ناول "پر اسرار چیخیں" میں علی عمران جب پیشہ ورانہ راز کو فیاض سے بھی چھپاتا ہے اور فیاض اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اس سے معلومات حاصل کر، معلومات کے حصول کے لیے وہ مختلف

حربوں کو استعمال کرتا ہے کہ بے سود البتہ ایسی کوشش کے جواب میں اسے ایسے شعر سننے کو ملتے ہیں جن کا پہلا مصرعے مرزا اسد اللہ خاں غالب کے ہوتے تھے اور دوسرے مصرعے علامہ اقبال کے ہوتے تھے۔ گویا علی عمران اس ناول میں شعروں کے جوڑ پیوند لگانے کا ماہر معلوم ہوتا ہے جیسے:

ہے دل شوریدہ غالب طلسم پیچ و تاب
وہ صبار فتار شاہی اصطبل کی آبرو![7]

علی عمران ادبی ولسانی مہارتوں کا اظہار مزاح کی صورت میں کرنے کا عادی ہے اس لیے وہ گفتگو کے دوران دو مختلف شعرا کے مصرعوں کو جوڑ کر ایک نیا اور پر لطف معنیٰ پیدا کرتا ہے۔ مذکورہ شعر میں تضمین کا استعمال ہے اور پہلا مصرع غالب کا ہے اور دوسرا علامہ اقبال کا۔ غالب کے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ شاعر کا ہنگاموں سے بھرپور دل دراصل درد و غم اور کرب و اذیت کا ایک طلسم یعنی جادو ہے جس سے عجائبات کا اظہار ہوتا رہتا ہے تاہم اسے اپنی تمنا پر خود ترس کھانا چاہیے۔ دوسرا مصرع علامہ اقبال کی ایک نظم کا ہے جو ایک شیر اور خچر کا مکالمہ ہے۔ شیر خچر سے سوال کرتا ہے کہ تم کون ہو؟ الگ سے دکھائی دیتے ہو تو اس کے جواب میں خچر کہتا ہے کہ آپ میرے ماموں کو نہیں پہنچانتے! وہ بہت تیز رفتار ہیں اور شاہی اصطبل کی عزت و آبرو ہیں۔

اس اقتباس میں دو مصرعوں کی تضمین تو موجود ہے لیکن دراصل فکری اور منطقی لحاظ سے دو الگ الگ اور بے ربط مصرعوں کا جوڑ ہے جسے بے جوڑ تضمین کہا جا سکتا ہے۔ اس کا مقصد صرف کلام میں لطف، ندرت اور مزاح پیدا کرنا ہے۔ دلِ شوریدہ غالب کو شاہی اصطبل کی آبرو کہنا محض مزاح ہی ہو سکتا ہے۔

ناول "بھیانک آدمی" میں علی عمران کی ملاقات روشی سے ہوتی ہے۔ اس ناول میں ایک جگہ روشنی تیار ہو کر نکلتی ہے اور علی عمران کی جانب ایسے دیکھتی ہے جیسے وہ اپنے حسن کی تعریف چاہ رہی ہو اور توقع کر رہی تھی کہ علی عمران ضرور اس کے حسن کی تعریف کرے گا لیکن علی عمران کا رویہ اس کے توقعات کے برعکس نکلتا ہے۔ علی عمران کہتا ہے کہ وہ اس سے بہتر میک اپ کر سکتا ہے۔ گویا وہ اسے میک اپ کا کمال ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ روشنی حیرت سے کہتی ہے کہ تم میک اپ کر سکتے ہو!! اس پر علی عمران کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

"افسوس کہ تمہیں اردو نہیں آتی ورنہ میں کہتا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ

ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیشِ دستی ایک دن!" (۸)

اس صورت حال میں بھی ایک بے جوڑ تضمین کے ذریعے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امیر مینائی کے ایک شعر

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ

ہم کو غصے پر پیار آتا ہے

کے پہلے مصرع کو قدرے تحریف کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے بعد غالب کے ایک شعر کے دوسرے مصرع کو غیر منطقی انداز میں جوڑا گیا ہے۔ یہ جوڑ مزاح کا فائدہ دے رہا ہے لیکن اس میں ایک معمولی سا ربط بھی موجود ہے۔ غالب کے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا محبوب جو کہ ہر وقت ناز ہی ناز کی کیفیت میں رہتا ہو اس حوالے سے شاعر کے خیال تو یہ ہے کہ مناسب نہیں کہ اس سے محبت کا اظہار کیا جائے لیکن شاعر سے ضبط نہ ہو سکا اور ایک دن شاعر نے خود ہی اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا اور محبت کا اظہار کر بیٹھا۔ اگر ہم ان دونوں اشعار کے مفاہیم پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ دونوں کے اشعار کے متن مختلف ہونے کے باوجود ان کے درمیان معنوی سطح پر ایک ربط موجود ہے۔ امیر مینائی بھی ایک ناز و انداز والے محبوب کا ذکر کر رہے ہیں جس کے سامنے اظہار محبت کیا جائے تو اسے غصہ آ جاتا ہے جبکہ غالب نے بھی ایسے ہی محبوب کا ذکر چھیڑا ہے۔ روشی اور عمران کے درمیان ہونے والی گفتگو کے تناظر میں اس جوڑ کا سوائے مزاح کے، کوئی اور معنیٰ یا تناظر تلاش کرنا بے سود ہے کیوں کہ روشی اردو ہی نہیں جانتی۔

ابن صفی کے علی عمران کی مذکورہ صفت میں ارتقا ہوا ہے۔

ناول "دھویں کی تحریر" میں علی عمران اور ہوٹل کے بیرے کا مکالمہ ہوتا ہے۔ یہ مرحلہ ارتقائی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

"آپ میم صاحب کے دھندے میں کیوں گھپلا کرتے ہیں۔!"

"ہائے تم نہیں سمجھ سکتے۔۔؟" عمران نے سینے پر ہاتھ مار کر شعر پڑھا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے کہ سمجھائی نہیں جاتی

"میں دلیری کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔۔اور تم لوگ کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھتے ہو۔ حماقت میری ہے۔ جب معنی و الفاظ میں لائی ہی نہیں جاسکتی تو پھر سمجھانے کی کوشش کیوں کرتا ہوں۔ ویسے تم لاشعور کی نفسیات سے واقف ہو۔۔!"

بیرے نے نفی میں سر ہلا دیا۔[۹]

مذکورہ بالا مثال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ علی عمران کے مکالموں میں طنز و مزاح کے ساتھ ان اس کی وجوہات و علل اور فلسفیانہ خشک آمیز کیفیت بھی شامل ہو رہی ہے۔

ان چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ ابنِ صفی نے اپنے معروف کردار علی عمران کے ذریعے اردو جاسوسی ادب میں شعری مزاح کا ایک بلند پایہ نمونہ پیش کیا ہے۔ پیش کردہ مثالیں اس بات کا اظہار ہیں کہ ابنِ صفی نے جاسوسی ادب میں شعری مزاح کو اپنے ناولوں میں اس سلیقے سے شامل کیا ہے کہ وہ کہانی کے ماحول میں مکمل طور پر رائج دکھائی دیتا ہے ورنہ جاسوسی ادب کے ماحول میں موجود سنجیدگی، موقع کی نزاکت، واقعات کی رفتار، جرم و سزا کے عمل کی سنسنی اور جرم کے پس پردہ راز کو جاننے کا تجسس ایسا ماحول تشکیل پاتا ہے جس میں عام مزاحیہ جملے تو پیوست ہوسکتے ہیں لیکن فلسفیانہ باریکیوں سے مزین اعلیٰ درجے کے شعری مزاح ناممکن عمل معلوم ہوتا ہے۔ ان کے ہاں گہرائی، بے ساختگی اور شعری مزاح کا رنگ گہرا ہے۔

ابن صفی کی کردار نگاری میں کردار ایک متعین صفات کے تحت وجود پاتے ہیں۔ ابن صفی کے کردار علی عمران میں شعر و سخن کو مزاح، تضحیک یا طنز آمیز انداز میں استعمال کرنے کی روایت ان کے ابتدائی ناولوں میں زیادہ ہے جبکہ بعد ازاں علی عمران کے کردار میں مزاح کے بجائے سنجیدگی نے لے لی اور شعر و سخن کے حوالوں کے بجائے فلسفے کے حوالے شامل ہوگئے۔ ابتدائی ناولوں میں جہاں شعروں کو بطور مزاح برتا گیا وہیں بعد میں خود ساختہ فلسفیانہ اقوال نے جگہ پائی۔ ابتدائی ناولوں میں مزاح کا عنصر نمایاں تھا تو بعد کے ناولوں میں طنز بڑھ گیا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-18

حوالہ جات

۱۔ ابن صفی، خوفناک عمارت، (عمران سیریز جلد ۱)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۲۳
۲۔ ابن صفی، خوفناک عمارت، (عمران سیریز جلد ۱)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۳۰
۳۔ ابن صفی، خوفناک عمارت، (عمران سیریز جلد ۱)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۳۱
۴۔ ابن صفی، خوفناک عمارت، (عمران سیریز جلد ۱)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۳۷
۵۔ ابن صفی، خوفناک عمارت، (عمران سیریز جلد ۱)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۶۴
۶۔ ابن صفی، چٹانوں میں فائر، (عمران سیریز جلد ۱)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۱۰۰، ۹۹
۷۔ ابن صفی، پراسرار چیخیں، (عمران سیریز جلد ۱)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۲۰۰
۸۔ ابن صفی، بھیانک آدمی، (عمران سیریز جلد ۲)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۳۶
۹۔ ابن صفی، دھوئیں کی تحریر، (عمران سیریز جلد ۳)، اسرار پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۱۲۵